

(۱۱)

سورہ محمد ﷺ

ترتیب و تسوید: جمیل الرحمن / عاکف سعید

گزشتہ سے پیوستہ

اللہ کی تائید و توفیق سے ہم سورہ محمد کی ابتدائی پندرہ آیات کا مطالعہ مکمل کر چکے ہیں۔ آیت نمبر ۱۲ تا ۱۵ میں جو مضامین آئے تھے، ان کے متعلق میں نے عرض کیا تھا کہ چونکہ یہ مضامین مکی سورتوں میں بہت تفصیل سے آچکے ہیں۔ لہذا توضیح کی ضرورت نہیں ہوگی۔ البتہ اب ۶ ویں آیت میں جو مضمون زیر بحث آ رہا ہے وہ بہت اہم بھی ہے اور ذرا مشکل بھی۔ اگر پس منظر واضح طور پر سامنے ہو تو بات سمجھنے میں آسانی ہو جائے گی۔ ہمارے اس سلسلہ درس کے شرکاء میں سے ایک صاحب نے مجھ سے سوال کیا تھا کہ آپ تعین کے ساتھ اس سورہ مبارکہ کا زمانہ نزول غزوہ بدر سے متصلاً قبل قرار دے رہے ہیں، جبکہ اس میں منافقین کا ذکر ہو رہا ہے۔ حالانکہ منافقین کا معاملہ تو بعد کی پیداوار ہے۔ یہ معاملہ تو غزوہ بدر کے بعد اور غزوہ احد سے متصلاً قبل ابھر کر سامنے آیا ہے۔ میں نے ان صاحب سے عرض کیا تھا کہ کچھ انتظار کیجئے یہ مضمون آگے چل کر واضح ہو جائے گا۔ اب میں چاہتا ہوں کہ اس معاملے کو وضاحت کے ساتھ آپ کے سامنے رکھوں گا۔

نفاق کا لفظ آغاز

اس کو یوں سمجھئے کہ نفاق کا معاملہ ایک معین صورت میں اور اپنی پوری شناخت کے ساتھ اگرچہ بہت دیر میں سامنے آیا ہے۔ لیکن قرآن مجید اس کی ایک اور تعبیر کرتا ہے، جس کا ذکر شاید میں اسی سورہ مبارکہ کے درس کی دوسری نشست میں کر چکا ہوں۔ قرآن حکیم میں متعدد بار یہ پیرایہ بیان اختیار

لے یہ درس 'جلیت قرآن' کے اکتوبر و نومبر ۸۵ء کے مشترکہ شمارہ میں شائع ہو چکا ہے۔

کیا گیا کہ فِي قُلُوبِهِمْ مَرَضٌ (البقرہ- ۱۰) ”ان کے دلوں میں روگ ہے۔“ یہاں درحقیقت نفاق کے نقطہ آغاز کی طرف اشارہ ہے۔ اس نقطہ آغاز کو آپ سمجھ لیں گے تو یہ بات کھل جائے گی کہ نفاق کی تخم ریزی دہل و ہجرت کے متصلاً بعد ہی ہو چکی تھی۔ میں نے شاید پچھلی نشست میں سورۃ البقرہ کے دوسرے رکوع کی اس آیت کا بھی حوالہ دیا تھا وَمِنَ النَّاسِ مَن يَقُولُ آمَنَّا بِاللّٰهِ وَبِالْيَوْمِ الْآخِرِ وَمَا هُمْ بِمُتَّبِعِيْنَ ○ اس میں اصلاً منافقین کی طرف اشارہ ہے جن کے گروہ کی تخم ریزی ہو چکی اور داغ بیل پڑ چکی تھی۔ لیکن اسلوب ایسا جامع ہے کہ علماء یہود اور ان لوگوں پر بھی راست آتا ہے جن کے دلوں میں نفاق کے مرض کے جراثیم پیدا ہو چکے تھے۔ لہذا یہ خیال کرنا درست نہیں ہے کہ نفاق غزوہ بدر اور غزوہ احد کے درمیانی عرصہ کی پیداوار ہے۔

کئی قرآن میں نفاق کا ذکر

نفاق کا ذکر کئی سورتوں میں بھی مل جاتا ہے۔ سورۃ العنکبوت بالاتفاق کئی سورت ہے۔ وہ تو سن چار یا پانچ نبویؐ کی سورت ہے۔ اس لئے کہ اس میں ہجرت حبشہ کی طرف اشارہ موجود ہے۔ اسی سورت کی دوسری آیت کے الفاظ ہیں: وَلْيَعْلَمَنَّ اللّٰهُ الَّذِينَ آمَنُوا وَلْيَعْلَمَنَّ الْمُنَافِقِينَ ○ (آیت ۱۱) ”اللہ تعالیٰ صاف ظاہر کر کے رہے گا کہ کون واقعی حقیقی مومن ہیں اور کون منافق ہیں۔“ یہ صحیح ہے کہ کئی سورتوں میں سوائے اس ایک مقام کے نفاق یا منافق کالفظ کہیں اور نہیں ملے گا۔ پھر ابتدائی مدنی سورت جو قرآن مجید کی طویل ترین سورت ہے یعنی سورۃ البقرہ۔ اس میں بھی یہ لفظ آپ کو نہیں ملے گا۔ لیکن کئی دور میں بھی اس مرض کے آغاز کا معاملہ بعید از قیاس نہیں ہے۔ اس لئے کہ جب مشرکین کی طرف سے تشدد شروع ہوا۔ مظالم اور مصائب سے دوچار کیا گیا تو سورۃ العنکبوت کے پہلے رکوع میں متنبہ (WARN) کر دیا گیا کہ اگر تم ان شدائد سے ہمت ہار گئے اور اسلام و ایمان کے علامہ اقرار سے جی چرانے لگے تو جان رکھو کہ نفاق کانچ پڑ جائے گا۔ یہ دوسری بات ہے کہ نہایت باریک بینی سے ڈھونڈنے کے باوجود کئی دور میں ایک مثال بھی ایسی نہیں ملتی کہ اصحاب رسول صلی اللہ علیہ وسلم و رضوان اللہ علیہم میں سے کوئی شخص بھی ہمت ہار گیا ہو۔ لیکن وارننگ دے دی گئی کہ دیکھنا! ہوشیار رہنا، تم پر ظلم و ستم کے جو پہاڑ توڑے جارہے ہیں

ان میں کمی کی توقع نہ رکھنا بلکہ اس میں روز بروز اضافہ ہی ہوتا رہے گا۔ پھر تمہیں ہاتھ اٹھانے کی بھی اجازت نہیں ہے بلکہ اپنے آپ پر جبر کر کے ان شدائد و تکالیف کو برداشت کرنا ہے۔ گویا تم سخت ترین امتحانی دور سے گزارے جا رہے ہو، لیکن یہ بات ملحوظ رہے کہ اگر تم نے کمزوری دکھائی، تمہارے قدم ڈگمگائے تم پیچھے ہٹے تو پھر تم نفاق کے راستے پر پڑ جاؤ گے۔ اسی بات کی طرف اشارہ ہے سورۃ العنکبوت کی ابتدائی آیات میں جن کا اسلوب انتہائی تائیدی اور تیکھا ہے۔ فرمایا

اَللّٰہُ ۝ اَحْسِبَ النَّاسُ اَنْ یُّتَرَ کُؤًا اَنْ یَّقُولُوْا اٰمَنَّا وَہُمْ لَا یَفْقَنُوْنَ ۚ وَلَقَدْ فُتِنَ الَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِہُمْ فَلِیَعْلَمَنَّ اللّٰہُ الَّذِیْنَ صَدَقُوْا وَلِیَعْلَمَنَّ الْکٰذِبِیْنَ ۝

الم ○ کیا لوگوں نے یہ سمجھا ہے کہ وہ جھوٹ جائیں گے اتنا کہہ کر کہ ہم ایمان لائے اور ان کو جانچ نہ لیں گے! اور ہم نے لازماً جانچا اور پرکھا ہے ان کو جو ان سے پہلے تھے سویقیناً اللہ صاف صاف ظاہر کر کے رہے گا ان لوگوں کو جو اپنے دعویٰ ایمان میں سچے ہیں اور لازماً صاف صاف ظاہر کر کے رہے گا ان کو جو جھوٹ موٹ کے مدعی ایمان ہیں.....

اسی انتباہ کا اعادہ ہے آیت نمبر ۱۱ میں وَلِیَعْلَمَنَّ اللّٰہُ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَلِیَعْلَمَنَّ الْمُنٰفِقِیْنَ ○ گویا یہ بات پایہ ثبوت کو پہنچ گئی کہ ایک وارننگ کے درجہ میں نفاق کا ذکر کی دور میں بھی آچکا تھا.....

مدنی دور میں نفاق کا باقاعدہ آغاز

ہجرت کے بعد جب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا مدینہ میں ورود مسعود ہوا تو آپؐ نے تشریف لاتے ہی جو اقسام فرمائے ان کو میں اپنے جمعہ کی تقاریر میں تفصیل سے بیان کر چکا ہوں جن میں ”اسلامی انقلاب اور اس کے مراحل“ کے موضوع پر گفتگو کا سلسلہ چل رہا ہے۔ اس موقع پر بھی انتہائی اختصار سے بیان کئے دیتا ہوں..... مدینہ تشریف لانے کے فوراً بعد ابتدائی چھ ماہ آپؐ نے داخلی استحکام (انٹرئل کنسولی ڈیشن) پر صرف فرمائے ان اولین کاموں میں سے ایک کام یہ تھا کہ آپؐ نے مسجد نبویؐ کی تعمیر فرمائی، ایک مرکز قائم فرمایا۔

اس طرح گویا اَلَّذِينَ اِنْ مَنَّتْهُمْ فِي الْاَرْضِ اَقَامُوا الصَّلٰوةَ ” پر عمل کا آغاز ہو گیا..... دوسرا کام یہ کہ آپؐ نے یہودی قبائل سے معاہدے کئے اور انہیں معاہدوں میں جکڑ لیا۔ تیسرا کام یہ کہ آپؐ نے مہاجرین و انصار رضوان اللہ علیہم اجمعین کے مابین مواخات قائم فرمائی کہ ان کو یک جان دو قالب کر دیا جائے۔ یہ جملہ کام داخلی استحکام سے متعلق ہیں جو آپؐ نے مدینہ منورہ تشریف لانے کے بعد ابتدائی چھ ماہ میں انجام دیئے۔ اس کے بعد آپؐ نے نوح مدینہ میں مہمیں بھیجی شروع فرمادیں۔ غزوہ بدر سے پہلے پہلے آٹھ مہمیں بھیجی گئیں جن کا مقصد قریش کے تجارتی راستوں کو مخدوش بنانا اور دوسرے عسکری و سیاسی فوائد حاصل کرنا تھا۔ ان مہموں میں آپؐ نے صرف مہاجرین کو بھیجا۔

اس لئے کہ اُن کا معاملہ یہ تھا کہ ان کے لئے یہ کام شاق تھا ہی نہیں۔ وہ تو شدید ترین مصائب مکہ میں جھیل چکے تھے، وہ تو اپنی جانیں ہتھیلی پر رکھے ہوئے تھے۔ بڑے بڑے امتحانوں سے گزر چکے تھے۔ ان میں ایسے بھی تھے جنہوں نے تہا ہجرت کی تھی۔ ان کے اہل و عیال مکہ میں تھے، لہذا مشرکین مکہ کے خلاف ان کے دلوں میں شدید غم و غصہ تھا۔ ان کے لئے ان مہموں میں ٹکنا کسی آزمائش کا معاملہ نہیں تھا..... لیکن نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور مہاجرین کی مدینہ تشریف آوری اور پے در پے مہموں کا بھیجا جانا مدینہ میں ایک گروہ کے لئے آزمائش بن گئی۔ میں سمجھتا ہوں کہ سب سے بڑی آزمائش تو عبد اللہ ابن ابی کی تھی۔ اس لئے کہ اس کی چودھراہٹ ختم ہو گئی تھی۔ وہ تو مدینہ کی بادشاہت کے خواب دیکھ رہا تھا۔ اس کے لئے تاج بھی تیار ہو گیا تھا اور اس و خزرج دونوں قبیلوں نے اتفاق کر لیا تھا کہ ہم اس کی تاج پوشی کریں گے اور اسے مدینہ کا بادشاہ مان لیں گے۔ لیکن نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ورودِ مسعود کی وجہ سے اس کے تمام خواب چکنا چور ہو گئے۔ چنانچہ وہ ایسے اوندھے منہ گرا ہے کہ وہی رئیس المنافقین بنا۔ اسی طرح مسلمانوں میں سے ضعیف الایمان عنصر پر جیسے جیسے دینی تقاضے پوزا کرنے کے ضمن میں آزمائشوں کے دباؤ آنے شروع ہوئے ویسے ویسے ان کے پاؤں ڈمگانے لگے اور ان کی طرف سے مختلف مواقع پر کم ہمتی اور تھوڑی ظاہر ہونے لگی۔ اس طرح ان چند لوگوں کے قدم نفاق کی طرف بڑھنے شروع ہو گئے اور جلد ہی اس عنصر نے عبد اللہ ابن ابی کی سرگردگی میں ایک باقاعدہ گروہ کی شکل اختیار کر لی۔

غزوہ بدر سے قبل کی مشاورت

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے غزوہ بدر سے پہلے جو آٹھ مہمیں بھیجیں تو تازہ کرنے والے تازہ رہے تھے کہ ان کے نتیجہ میں جلد یا بدیر قریش سے کوئی زبردست مسلح تصادم اور معرکہ پیش آکر رہے گا..... جیسا کہ ابھی میں نے عرض کیا کہ حضورؐ نے ان آٹھ مہموں میں سے اکثر مہمیں قریش کے تجارتی قافلوں کے راستوں کو مخدوش بنانے کے لئے بھیجی تھیں۔ اسی سلسلہ کی ایک مہم ”غزوہ ذوالعشیرہ“ کے نام سے مشہور ہے۔ ہوا یہ ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے علم میں آیا کہ ایک بہت بڑا تجارتی قافلہ لے کر ابوسفیان شام جا رہے ہیں، اس قافلہ میں باربرداری کے لئے ایک ہزار اونٹ شامل تھے، اس سے اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ اس قافلہ کے ساتھ ساز و سامان کتنا ہو گا!۔ اس قافلہ کے ساتھ پچاس یا ساٹھ مسلح محافظ تھے۔ آپؐ جب ذوالعشیرہ کے مقام پر پہنچے تو یہ قافلہ بہت آگے نکل گیا تھا اور حضورؐ کی پہنچ سے بہت دور تھا۔ لہذا آپؐ مدینہ واپس تشریف لے آئے..... جب حضورؐ کو اس قافلہ کی واپسی کو خبر ملی جو شام سے بے حد و حساب تجارتی سامان لے کر آ رہا تھا تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ ہی میں ایک مجلس مشاورت منعقد فرمائی کہ مسلمانو! کیا خیال ہے! اس قافلہ کا راستہ روکا جائے۔ اس کا پیچھا کیا جائے! اب مدینہ والوں کے لئے مدینہ سے باہر نکلنے کے معاملے میں پہلی آزمائش کی گھڑی آگئی..... گو حضورؐ نے اپنی زبان مبارک سے انصار کو اس مہم میں شامل ہونے کی دعوت نہیں دی، لیکن مشاورت کے انعقاد سے یہ اشارہ مل رہا تھا کہ آپؐ کی خواہش اور نسیاہ یہ ہے کہ انصار بھی اس میں حصہ لیں..... اس سے پہلے کی آٹھ مہموں کے مواقع پر حضورؐ نے نہ ایسی کوئی مشاورت منعقد کی اور نہ انصار میں سے کسی کو کسی مہم میں شامل فرمایا۔ چنانچہ اس مشاورت کے نتیجہ میں تین سو تیرہ کی نفری قافلے کا راستہ روکنے کے لئے نکلی۔ اس نفری میں ۸۳ مہاجرین اور ۲۳۰ انصار شامل تھے۔ یہ انصار کے لئے کسی مہم میں مدینہ سے نکلنے کا پہلا موقع تھا اس مہم میں ان کی تعداد مہاجرین کے مقابلہ میں کہیں زیادہ تھی۔

دوسری مشاورت

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی قیادت میں ادھر یہ جماعت مدینہ سے نکلی ادھر ابوسفیان کو

اطلاع مل گئی کہ آپ قافلہ پر حملہ کے لئے تشریف لارہے ہیں۔ انہوں نے ایک طرف تو نہایت تیز ساندنی پر اپنے ایک آدمی کے ذریعہ سے مکہ والوں کو پیغام بھیج دیا کہ قافلہ کو محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) سے خطرہ ہے لہذا مدد کے لئے آدمی بھیجو۔ دوسری طرف انہوں نے یہ تدبیر اختیار کی کہ قافلہ کا راستہ بدل دیا۔ مکہ والے پہلے ہی آتش غضب میں مل رہے تھے۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کاندینہ میں ممکن ان کی آنکھوں میں خار کی طرح کھٹک رہا تھا، پھر ایک حضرمی کے اتفاقہ قتل کی وجہ سے جو قریباً دو ماہ قبل وادیٰ نخندہ میں مسلمانوں کی ایک ٹکڑی کے ہاتھوں ہوا تھا، اہل مکہ جوش انتقام سے کھول رہے تھے۔ ان کو جیسے ہی یہ خبر ملی کہ مسلمان ہمارے تجارتی قافلہ پر تاخت کرنے والے ہیں تو اس خبر نے جلتی پرتیل کا کام کیا اور مکہ والوں کا غیض و غضب آتش فشاں بن گیا اور ایک ہزار جنگجوؤں کا کیل کانٹے سے لیس لشکر مدینہ کی طرف چل پڑا، جس کا ہر فرد جوش انتقام سے مغلوب تھا۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو اس لشکر کی روانگی کی خبر مل گئی۔ چنانچہ مدینہ سے باہر مدینہ اور بدر کے درمیان کسی مقام پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے دوسری مجلس مشاورت منعقد کی جس میں یہ معاملہ پیش فرمایا کہ ”مسلمانو! ایک طرف ایک قافلہ مال تجارت سے لدا پھندا شام کی طرف سے آرہا ہے جس کے ساتھ صرف پچاس یا ساٹھ محافظ ہیں اور دوسری طرف ایک ہزار جنگجوؤں کا کیل کانٹے سے لیس ایک لشکر مکہ سے چل پڑا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے وعدہ فرمایا ہے کہ وہ ان میں سے ایک پر فتح و غلبہ ضرور عطا فرمائے گا۔ اب بتاؤ کہ کس طرف چلیں!“ میری پختہ رائے ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ مشاورت وحی کے ذریعہ سے اللہ کی طرف سے اشارہ ملنے پر منعقد فرمائی تھی۔ اور مشورہ کے لئے یہ بات رکھی کہ ہم کس طرف کا رخ کریں! اور درحقیقت مسلمانوں کے حوصلے اور مورال کا اندازہ کرنے کے لئے بطور مشورہ یہ بات ان کے سامنے رکھی۔ اس رائے کی تائید مجھے سورۃ الانفال کی آیات ۵ تا ۸ میں مل جاتی ہے۔ سورۃ الانفال کے متعلق اس بات پر تمام مفسرین و علماء کرام کا کامل اتفاق ہے کہ یہ سورۃ غزوہ بدر کے متصلاً بعد نازل ہوئی ہے اور اس کا زیادہ تر حصہ اسی غزوہ کے حالات پر تبصرہ ہے۔ پھر سورۃ محمد کی جو آیات آج ہم پڑھنے والے ہیں، وہ سمجھ میں نہیں آئیں گی جب تک پورا پس منظر سامنے نہ ہو۔ میں آگے چل کر سورۃ الانفال کی متعلقہ آیات کا حوالہ دوں گا اور ان کی مختصر تشریح بھی بیان کروں گا۔

بہر حال میں عرض کر رہا تھا کہ اس مشاورت کے موقع پر چند مسلمانوں کی طرف سے یہ بات آئی کہ ہمیں قافلہ کی طرف چلنا چاہئے۔ ان کا خیال ہو گا کہ اس طرح ہمارے پاؤں میں کانٹا بھی نہیں چبھے گا اور بہت سامان ہاتھ آئے گا۔ ایک ہزار کے کیل کانٹے سے لیس لشکر سے مقابلہ گویا موت کو دعوت دینا ہے اس لئے کہ یہ لوگ اتنے بڑے لشکر سے مقابلہ کے خیال سے مدینہ سے نکلے ہی نہیں تھے۔ تعداد بھی تھوڑی اور ہتھیار بھی قلیل..... جبکہ قافلہ کے ساتھ محافظ دستہ پچاس ساتھ افراد پر مشتمل تھا..... یہاں یہ بات واضح ہو گئی کہ گویا اس وقت تک مسلمانوں میں کچھ لوگ ایسے شامل ہو چکے ہیں جن میں سرفروشی اور شوق شہادت کے مقابلہ میں اپنی جان بچانے اور مال حاصل کرنے کا خیال بھی کسی درجہ میں موجود ہے۔ پس اس بات کو نوٹ کر لیجئے کہ نفاق کے لئے بنیاد درحقیقت یہیں سے فراہم ہوتی ہے۔ یہی چیز جب آگے بڑھتی ہے تو انسان کو نفاق کی جانب لے جاتی ہے۔ میں کہا کرتا ہوں کہ اس مرض کی تین سطحیں (LEVELS) ہیں۔ جب تک معاملہ اس حد تک ہے کہ انسان اپنی کمزوری، اپنی کوتاہی، اپنی خطا کا صدق دل سے اعتراف کرتا رہے، اس پر جھوٹ کے پردے نہ ڈالے، اس وقت تک اسے ضعیف ایمان کہیں گے، نفاق نہیں کہیں گے۔ لیکن جہاں انسان نے جھوٹ بولنا شروع کیا اور اپنی کمزوری کو جھوٹے بہانوں سے چھپایا، اب یہاں سے نفاق کی بیماری کی پہلی اسٹیج شروع ہو گئی۔ یہ نفاق کی پہلی منزل ہے۔ اس سے اگلی منزل وہ ہے، جب انسان جھوٹے بہانوں کے ساتھ جھوٹی قسموں پر اتر آتا ہے اور اللہ کی قسمیں کھا کھا کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور اہل ایمان کو یقین دلانے کی کوشش کرتا ہے کہ مجھے فلاں فلاں عذر لاحق تھے ورنہ میں تو اس غزوہ میں سرفروشی اور جاں نثاری کیلئے چلنے کو تیار تھا۔ یہ گویا نفاق کی بیماری کی دوسری اسٹیج ہے۔ اس مرض کی تیسری اور آخری اسٹیج یہ ہے کہ جب انسان کو اندازہ ہو جاتا ہے کہ جھوٹی قسمیں مؤثر نہیں رہیں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور مخلص صحابہ کرام کا ان پر سے اعتماد اٹھتا چلا جا رہا ہے تو پھر ایسے شخص کے دل میں رسول اللہ اور اہل ایمان سے عداوت پیدا ہو جاتی ہے کہ ان لوگوں نے ہمیں کس مصیبت میں ڈالا ہے۔ حضورؐ سے اس لئے کہ آپ ہی تو اصل داعی ہیں اور اہل ایمان سے اس لئے کہ جیسے ہی پکار آئی ہے، وہ دیوانہ وار نکل کھڑے ہوتے ہیں۔ ان صحابہ کرامؓ کو وہ واقعی دیوانہ و مجنون سمجھنے لگتے ہیں اور ان کے متعلق ان کی رائے یہ بن جاتی ہے کہ یہ عجب لوگ ہیں کہ ان کو نہ اپنی

جانوں کی کوئی پرواہ ہے اور نہ یہ فکر دامن گیر ہے کہ جنگ میں ہم قتل ہو گئے، مارے گئے تو ہمارے اہل و عیال کا کیا بنے گا! پھر وہ سوچنے لگتے ہیں کہ ان اہل ایمان کی وجہ سے ہم نمایاں ہو جاتے ہیں اور ہماری بزدلی اور کوتاہی ظاہر ہو جاتی ہے۔ ان دیوانے لوگوں کی دیوانگی کے باعث ہم بدنام ہو رہے ہیں۔ چنانچہ ان سرفروشوں اور جان نثاروں سے ان کے دلوں میں بغض اور عداوت پیدا ہو جاتی ہے۔ اسی کیفیت کا ذکر سورۃ المنافقوں میں ان الفاظ میں ہوا ہے

هُمْ الْعَدُوُّ فَاحْذَرهُمْ ”اے نبی! یہ منافقین ہی اصل دشمن ہیں، ان سے بچ کر رہے“..... یہ بغض و عداوت نفاق کے مرض کی تیسری اسٹیج ہے، جہاں پہنچ کر شفا کا کوئی امکان باقی نہیں رہتا۔ ان کے متعلق اللہ تعالیٰ نے یہ فیصلہ سنا دیا فَطَعَّ عَلَىٰ قُلُوبِهِمْ فَهُمْ لَا يَفْقَهُونَ ○..... تو اس پورے پس منظر کو سامنے رکھئے اور دیکھئے کہ وہ ابتدائی مرحلہ جسے ہم نفاق نہیں کہیں گے اور جسے میں نے ضعفِ ایمان سے تعبیر کیا ہے، اس کی کچھ علامات غزوہ بدر سے قبل اس دوسری مشاورت میں بھی ظاہر ہو گئی تھیں، جس کا ذکر چل رہا ہے۔ اب میں سورۃ الانفال کی آیات ۵ تا ۸ آپ کو پڑھ کر سنارہا ہوں تاکہ یہ مضمون پوری طرح واضح ہو جائے۔

سورۃ الانفال کی متعلقہ آیات کا مطالعہ

فرمایا سَکَمًا اَخْرَجَكَ رَبُّكَ مِنْ بَيْتِكَ بِالْحَقِّ ”جیسے کہ نکالا آپ کو (اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم) آپ کے رب نے آپ کے گھر سے حق کے ساتھ“..... یہ مدینہ سے نکلنے کا ذکر ہو رہا ہے۔ گھر سے مراد ہے مدینہ طیبہ..... پھر حق کے ساتھ نکالا۔ یعنی یہ کوچ بلا مقصد اور خواہ مخواہ نہیں تھا بلکہ با مقصد تھا، عین مشیت الہی کے مطابق تھا..... وَاِنَّ فَرِيقًا مِّنَ الْمُتُؤَمِّنِينَ لَكُرْهُوْنَ ○ یعنی مدینہ سے نکلنے کے وقت بھی کچھ لوگ اہل ایمان میں سے ایسے تھے کہ جو کچھ کراہت، کچھ ہچکچاہٹ، کچھ تردد محسوس کرتے رہے تھے..... ایسا کیوں! اس لئے کہ اب تک حضورؐ نے جتنی مہمیں بھیجیں، ان میں کسی انصاری صحابی کو شامل نہیں فرمایا تھا..... یہ پہلا موقع تھا کہ آپؐ کی دعوت و ترغیب پر انصار میں سے ۲۳۰ حضرات نے اس مہم کے لئے اپنے نام پیش کئے..... ہو سکتا ہے کچھ لوگوں نے وقتی جوش کے زیر اثر خود کو پیش کر دیا ہو۔ لیکن چونکہ اس مہم میں جنگ کے مرحلہ کے پیش

آنے کا غالب گمان تھا لہذا بعد میں وہ کچھ پیچھتاوا محسوس کر رہے ہوں کہ ہم نے کیوں اپنے نام پیش کر دیئے۔ گویا ان کی طبیعتیں اس کے لئے اُس طور پر آمادہ نہیں تھیں جس طور پر ہونی چاہئے تھیں..... اس آیت میں ایسے ہی لوگوں کا ذکر ہے۔

سورۃ الانفال کی اگلی آیت کو سمجھنے کے لئے مجھے دوسری مشاورت کے واقعات کی طرف رجوع کرنا ہو گا..... میں نے بتایا تھا کہ چند لوگوں نے قافلہ کی طرف چلنے کی رائے دی تھی..... حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس پر چنداں توجہ نہیں دی تھی۔ مہاجرین میں حضورؐ کے مزاج شناس صحابہ کرامؓ یہ سمجھ گئے کہ منشاءِ مبارک کچھ اور ہے۔ چنانچہ حضرت ابو بکر حضرت عمر اور حضرت مقداد رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے ولولہ انگیز اور جوشیلی تقریریں کیں کہ حضورؐ جس طرف چلنے کا ارادہ ہو بسم اللہ کیجئے ہم آپؐ کے ساتھ دابنوں سے، باہنوں سے، سامنے سے، پیچھے سے لڑیں گے۔ حضرت مقدادؓ نے عرض کیا کہ حضور! ہمیں (حضرت) موسیٰؑ کی قوم پر قیاس نہ کیجئے جنہوں نے نکا سا جواب دے دیا تھا کہ فَاذْهَبْ اَنْتَ وَرَبُّكَ فَقَاتِلَا اِنَّا هَاهُنَا قَاعِدُونَ ○ حضورؐ کا چہرہ مبارک مہاجرین کی ان تقریر سے دمک اٹھا۔ لیکن آپؐ اب بھی فیصلہ میں متامل تھے اور آپؐ کی نگاہ بار بار انصار کی طرف اٹھ رہی تھی۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ انصار سے بیعت عقبہ ثانیہ کے موقع پر جو معاہدہ ہوا تھا وہ صرف یہ تھا کہ وہ جنگ کے لئے تلوار اُس وقت اٹھائیں گے اور حضورؐ کی حفاظت کے لئے قتال اس وقت کریں گے جب دشمن مدینہ پر چڑھ آئے..... یہاں حضورؐ مدینہ سے باہر نکل کر اور آگے بڑھ کے اقدام فرمانا چاہ رہے ہیں..... انصار میں سے حضرت سعدؓ بن عبادہؓ رئیس خزرج صورتِ حال کو سمجھ گئے اور انہوں نے کھڑے ہو کر تقریر کی اور کہا معلوم ہوتا ہے حضورؐ کا اشارہ ہماری طرف ہے! ہم تو آپؐ پر ایمان لا چکے ہیں، آپؐ کی تصدیق کر چکے ہیں۔ آپؐ اشارہ فرمائیں تو ہم سمندر میں اپنی سواریاں ڈال دیں۔ آپؐ حکم دیں تو ہم اپنی اونٹنیوں کو دبلا کر دیں اور یمن کے لق و دق صحرائ تک پہنچ جائیں..... حضرت سعدؓ کی اس جان نثارانہ تقریر سے حضورؐ کے رخ انور پر بشارت اور انبساط کے آثار ظاہر ہوئے۔ چہرہ مبارک چودھویں کے چاند کی طرح دمک اٹھا اور آپؐ نے مشرکین مکہ کے ایک ہزار کے لشکر کی طرف کوچ کرنے کا فیصلہ فرما دیا۔ لیکن پھر بھی گنتی کے چند لوگ ایسے تھے جن کا اس فیصلہ کے بعد بھی کہنا یہ تھا کہ اگر قافلہ کا قصد کیا جاتا تو بہتر تھا۔

اس پس منظر میں سورۃ الانفال کی چھٹی آیت کو پڑھئے۔ فرمایا مُجَادِلُ لَوْ نَكَ فِي الْحَقِّ بَعْدَ مَا تَبَيَّنَ كَأَنَّمَا يُسَاقُونَ إِلَى الْمَوْتِ وَهُمْ يَنْظُرُونَ ○ ”اے نبی! وہ آپ سے جھگڑتے رہے حق کے بارے میں جب کہ حق بالکل واضح ہو چکا تھا“..... اس میں اشارہ ہے مشاورت کے بعد کے فیصلہ کی طرف۔ خنزرج کا قبیلہ اوس سے قریباً تین گنا بڑا تھا۔ لہذا اس مشاورت میں یقیناً خنزرجی انصار صحابہ کی تعداد زیادہ ہوگی۔ ان کے سردار حضرت سعدؓ ابن عبادہ کی بھی رائے اچھی کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا منشاء مبارک ہو وہی ہمارے لئے قابل سعادت ہے۔ چنانچہ مشاورت کے نتیجے میں لشکر کی طرف چلنے کا فیصلہ ہو چکا۔ اب ظاہر بات ہے کہ جن چند لوگوں کے دلوں میں کسی بھی درجہ میں ضعف کے آثار تھے..... میں جان بوجھ کر نفاق کا لفظ استعمال نہیں کر رہا..... انہیں تو لشکر کے مقابلہ کے لئے جانا اور جان ہتھیلی پر رکھنا پسند نہیں تھا۔ لہذا آگے ان کا نقشہ کھینچا گیا کَأَنَّمَا يُسَاقُونَ إِلَى الْمَوْتِ وَهُمْ يَنْظُرُونَ ○ ”گو یادہ موت کی طرف ہانکے جا رہے ہیں آنکھوں دیکھتے۔“

قرآن کا ایک عام اسلوب

اس موقع پر قرآن مجید کے اسلوب کے متعلق ایک اور نکتہ کو سمجھ لیجئے۔ اللہ تعالیٰ اپنے محبوب بندوں کی ذرا سی خامی کا ذکر بھی بہت نمایاں انداز میں کرتا ہے کہ۔ اس لئے کہ صُحُوب جن کے رتبے ہیں سوالان کی سوا مشکل ہے۔ ”..... آپ کو یہی اسلوب خود نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق بھی مل جائے گا۔ حضورؐ کے لئے ذنب (گناہ) کا لفظ آیا ہے۔ معاذ اللہ ثم معاذ اللہ حضورؐ کے بارے میں ہم کسی ذنب کا تصور کر ہی نہیں سکتے لیکن سورۃ الفتح میں فرمایا گیا لِيَغْفِرَ لَكَ اللَّهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِكَ وَمَا تَأَخَّرَ مولانا شبیر احمد عثمانی رحمہ اللہ نے اس آیت کا یوں ترجمہ کیا ہے ”تاکہ معاف کرے تجھ کو اللہ جو آگے ہو چکے تیرے گناہ اور جو پیچھے رہے۔“ یہاں ذنب کا محتاط ترجمہ کمی یا کوتاہی ہو سکے گا۔ لیکن میں آپ حضرات کو خبردار کرتا ہوں کہ خدا را حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ذنب گناہ یا خطایا کمی یا کوتاہی کو اپنے گناہوں یا کمیوں اور کوتاہیوں پر قیاس نہ کر بیٹھے گا۔ حضورؐ کی معمولی سی کسی کمی پر اگلے پچھلے تمام اہل ایمان کی لاکھوں نیکیاں، دیدارِ باری عبادات اور تہجد (باقی ص ۶۵ پر)